IRJAIS -Vol: 02, Issue: 02, Jun-Dec 2022
PP: 41-59

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

مغلیہ دور میں خواتین کی تعلیم: ایک تجزیاتی مطالعہ

Education of Women in The Mughal Period: An Analytical Study

**Sadia Wakeel* <sadiawakeel4@gmail.com>
Ph.D scholar, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan
***Dr Monazza Hayat* <muazzahayat@bzu.edu.pk>
Associate Professor, Department of Islamic Studies, BZU, Multan

Version of Record
Received: 26-Sep-22; **Accepted** :10-Oct-22; **Online/Print**: 11-Nov-22

ABSTRACT

Men and women are the basic pillars of society. Both have a significant role in the survival and stability of the society. However, women have played an important and central role in enlightening any nation and adorning it with other qualities. Education is essential for the development of any society. Therefore, from the very beginning, Islam has given equal emphasis to both men and women for acquiring knowledge. The virtue of Islam is that it emphasizes the acquisition of knowledge more than any other religion, and gave a dignified place to a woman who was despised in society. Just as Islam honored women, it also gave them full educational rights. The Holy Prophet (SAW) has laid down principles for the religious education and training of women. The women have played a vital role for the establishment of said rules by the Holy Prophet (SAW) for the betterment of the society. In every era capable women have been born who have amazed the whole world with their knowledge and art. Although there is not any example of formal education institutes for women since the beginning of Islam till the Mughal era, in spite of this the practice of women's education continued informally. .In India the Mughal Rulers played significant role in the fields of civilization, culture and various science and arts, in which the participation of Muslim women are also prominent. Equipped with high education and training, the Mughal women took over the government and performed significant role in the political and military arenas. Ignoring the intellectual and social activities of these women is like erasing a bright chapter of history from the face of the earth. In this article, it is tried to explain the role of Mughal era in education of women and the efforts of Mughal era's women in the field of education. It can be a source of encouragement for the women of present age. In the light of these efforts women of present age, will be able to recognize their rights and their duties and also will be able to play their positive role for the development and stability of the society...

Keywords: *Islam, Women Education, Mughal Era's, women Role.*

CC BY

موضوع کا تعارف، اہمیت اور پس منظر:

علم بلاشبہ شرافت و کرامت اور دارین کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ انسان کو دیگر بے شمار مخلوقات میں ممتاز کرنے اور اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ خلقی اور فطری برتری میں چار چاند لگانے کا اہم سبب ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مقصد تخلیق انسان تک رسائی علم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ظہور کے پہلے دن سے ہی پیغمبر اسلام ﷺ پر ''اقرا'' کے خدائی حکم کے القاء کے ذریعہ علم اور تقوی یعنی تعلیم و تربیت کو بنیادی اہمیت دی۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ عالم اور جاہل کے مراتب کے فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ علم کی قدر و منزلت کو نہایت احسن انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ اور پھر حصول تعلیم کے معاملے میں خواتین و حضرات میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا ہے۔ جہاں اسلام نے خواتین کو بقیہ معاشرتی حقوق فراہم کئے ہیں وہیں تعلیمی حقوق بھی بہم پہنچائے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے علم کے حاصل کرنے کے فریضے کو محض مردوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک مستقل ذمہ داری کی حیثیت سے خواتین پر بھی لاگو کیا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں نہ صرف آزاد خواتین زیور تعلیم سے آراستہ نظر آتی ہیں بلکہ باندیاں اور لونڈیاں بھی اس سعادت کے حصول سے پیچھے نہیں ہیں۔ اگر اصحاب صفہ مسجد نبوی میں حصول علم کے لئے جمع رہتے تھے تو مسلم خواتین امہات المومنین کے پاس حاضر رہ کر علم حاصل کیا کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کی بنیادیں ایسے خطوط پر استوار ہوئیں جہاں حصول تعلیم میں خواتین کا کردار نمایاں رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ عہد نبوی ﷺ تک محدود نہیں رہا بلکہ بعد ازاں خلافت راشدہ میں نہ صرف اس میں تسلسل رہا بلکہ وسعت سلطنت اور آسودگی کے لحاظ سے اس میں ترقی بھی ہوئی۔ جو بعد میں عہد بنوامیہ، عہد بنو عباس، خلافت اندلس، عثمانیہ سلطنت میں بھی جاری و ساری رہا۔ اور برصغیر میں سلاطین دہلی کے دور اور عہد مغلیہ میں بھی ایک تابناک تاریخ رکھتا ہے۔ مغلیہ دور حکومت میں جہاں تہذیب و تمدن اور دیگر علوم و فنون میں بے مثال ترقی ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے وہیں تعلیم نسواں کے سلسلے میں حکمرانوں کی خدمات بھی ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ اور اس پورے نظام میں عہد مغلیہ کی شہزادیاں اور حکمرانوں کی بیگمات کا کردار بھی بہت نمایاں ہے۔ اس دور کی خواتین نے شرعی حدود کا پاس رکھتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی خدمات پیش کیں اور معاشرے کو اسلامی اور فلاحی معاشرہ بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ جو کہ بہت سے پہلوؤں سے آج کی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے بہترین نمونہ ثابت ہو سکتا ہے۔ تعلیم نسواں کی اہمیت اور سابقہ ادوار میں اس شعبے میں کی جانے والی کاوشوں کا تذکرہ مثالی معاشرے کی تشکیل میں بہتر نتائج کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

اس مقالے میں خواتین کی تعلیم کے سلسلے میں عہد مغلیہ کے کردار پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جس میں عہد مغلیہ کی خواتین کی علمی کوششیں اور کارنامے عصر حاضر کی خواتین کے لئے سنگ میل کی حیثیت سے سامنے آئیں گے۔ اس مقالے میں موضوع کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرنے کے بعد موضوع کے تعارف کو واضح کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی تعلیم نسواں کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد عہد مغلیہ میں خواتین کے تعلیمی مراکز، اس دور میں تعلیم کے حصول کے لئے ذرائع و وسائل اور خواتین کے ذوق و شوق کو بیان کرنے کے بعد مناسب تجاویز سامنے رکھی گئی ہیں۔

تعلیم نسواں کی اہمیت:

خواتین کی تعلیم کی اہمیت معلوم کرنے کے لئے سب سے اہم دلیل تو یہی کافی ہے کہ اسے نبی اکرم ﷺ نے ایک فریضے کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ جس کا حکم قرآن سے بھی ملتا ہے اور حدیث سے بھی ملتا ہے۔ یہ عقل اور فطرت کا بھی تقاضا ہے۔ جسے فرض عین قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من عال ثلاث بنات فادبهن وزوجهن واحسن إليهن، فله الجنة"[1]

"جس شخص نے تین بچیوں کی کفالت کی، انہیں ادب، تمیز و تہذیب سکھائی) حسن معاشرت کی تعلیم دی (ان کی شادیاں کر دیں، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا، تو اس کے لیے جنت ہے"

اسلام تو وہ دین ہے جہاں لونڈیوں کو بھی تعلیم دینے پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ دور تھا جب دنیائے عرب میں عمومی طور پر تمام خواتین اور خصوصی طور پر لونڈیوں کی زندگی تک کی کسی قسم کی اہمیت نہیں تھی۔ اسلام نے ایسے حالات میں لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی آزادی اور باعزت رخصتی پر دہرے اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

"الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَہُ الْأَمَۃُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا، وَ يُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا، ثُمَّ يُعْتِقُهَا، فَيَتَزَوَّجُهَا، فَلَہُ أَجْرَانِ"[2]

"اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے خوب اچھی تعلیم دے اور اس کو خوب اچھے آداب مجلس سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس شخص کے لئے دوہرا اجر ہے"

اور پھر اس اجر کو محض لونڈیوں کی تعلیم و تربیت تک محدود نہیں رکھا بلکہ تمام خواتین کو اس میں شامل کیا ہے۔ خواتین چونکہ معاشرے میں پہلی درسگاہ کے طور پر بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس لئے ان کی تعلیم و تربیت کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر مائیں بنیادی تعلیم و تربیت سے محروم ہوں گی تو وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت احسن انداز سے نہیں کر سکیں گی۔ اس لئے اسلام نے صالح معاشرے کی تعمیر کے لئے خواتین کی تعلیم و تربیت کو بہت اہمیت دی ہے۔ انسان کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے خالق کائنات نے مادی وسائل فراہم کئے ہیں، اور ان مادی ضروریات کے ساتھ ساتھ انسان کی کچھ روحانی ضروریات بھی ہیں جن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے مذاہب کے ذریعے انسان کو ضابطہ ہائے حیات فراہم کیے ہیں۔ Glanville, J.L مذہب اور تعلیم کا باہمی تعلق بیان کرتے ہوئے اس کو مذہب کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں: "علم ہر دین اور مذہب میں ضروری قرار پایا جاتا ہے، کوئی بھی مذہب یا دین علم کی مخالفت نہیں کرتا، بلکہ علم کو انسان کی ضرورت کے ساتھ ساتھ مذہب کے لئے بھی ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ آج دنیا میں جس قدر مذاہب وادیان ہیں سب کے سب علم کو بقائے مذہب کے لئے اساس و کل مانتے ہیں، یہود کی تورات ہو یا عیسائیت کی انجیل یا پھر اہل ہند میں وید گیتا یا رامائن کی داستانیں یا دیگر

---

[1] سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد (بیروت: المکتبۃ العصریہ س،ن) رقم الحدیث، 5147

Abū Dā'ūd Sulaīmān Bin Al-Ashʿath, Sunan Abū Da'ūd (Beīrūt: Al-Maktaba Al-Aṣriyya, n.d.), Hādith No. 5147

[2] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری (لاہور: دار التقویٰ النجوۃ 1422ھ)، ص:558، ج:3

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H), v3, p558.

مذہبی کتب، سب میں تعلیم کو اہمیت دی جاتی ہے اور کوئی دین یا مذہب علم کی اہمیت سے انکاری نہیں ہے''[3] اسلام میں تعلیم کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلام وہ مذہب ہے جو سراپا علم و عرفان ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے مرد و زن کی دینی و دنیوی زندگی کے جدا جدا پہلوؤں کی اس وقت تک صحیح تشکیل و تعمیر نہیں ہو سکتی جب تک علم اور مذہب کو یکجانہ کیا جائے۔

عہد نبوی میں تعلیم نسواں کا طریقہ کار:

اسلام دین فطرت ہے جہاں احکام شریعت کے لحاظ سے خواتین و حضرات میں تقسیم نہیں ہے۔ اجر و ثواب کے لحاظ سے دونوں کے لئے بشارتیں ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ اپنے تبلیغی مشن میں خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص اوقات میں مستقل بنیادوں پر تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس دن خواتین آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے مسائل دریافت کیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ:

جاءت امرأة إلى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ذهب الرجال بحديثك ،فاجعل لنا من نفسك ، يوما نأتيك فيه تعلمنا مما علمك الله. فقال "اجتمعن في يوم كذا وكذا في مكان كذا وكذا ". فاجتمعن فأتاهن رسول الله ﷺ فعلمهن مما علمه الله''[4]

"ایک خاتون نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ! آپ کی تمام احادیث مرد لے گئے ہمارے لیے بھی آپ کوئی دن اپنی طرف سے مخصوص کر دیں جس میں ہم آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ تعلیمات دیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ عورتیں جمع ہو گئیں اور آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہیں اس کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا تھا"

اس حدیث میں مسلم خواتین میں علم و حکمت سیکھنے اور اخلاقی تربیت حاصل کرنے کی طلب و جستجو کا پتا چلتا ہے اس کی تائید حضرت عائشہ کے ان تاثرات سے ہوتی ہے وہ فرماتی ہیں:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ، لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَسْأَلْنَ عَنِ الدِّينِ وَأَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ[5]

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں انہیں دین کا مسئلہ دریافت کرنے اور اس کو سمجھنے میں حیاء مانع نہیں ہوتی۔

---

[3] ڈاکٹر طاہر القادری، اسلام کا تصور تعلیم، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1999ء، ص9

Dr. Ṭāhir ul Qadri, Islām kā taṣāwwūr e tālīm,Minhājūlqūrān Publications, Lahore, P9

[4] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنت، باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من رجال والنساء، رقم الحدیث، 7310، ج:8ص:521

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār Tawq al-Najāḥ, 1422H) Hadith No.7310

[5] نیشاپوری، محمد بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلۃ من الحیض فرصتہ، رقم الحدیث، 332، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور، 2009، ج:1ص، 194

Neshāpuri, Muhammad bin Muslim, Sāḥiḥ Muslim,(Lahore: Maktaba Islamia 2009) Hadith No.332

حضور ﷺ عورتوں کے مسائل کے متعلق جو تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے تھے ان تعلیمات کو امت کی عورتوں تک پہنچانے ، عورتوں کو وہ مسائل سمجھانے اوران پر عمل کر کے دکھانے کے لئے آپ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو فریضہ رسالت کی تبلیغ کے لئے مخلص کارکنوں کی حیثیت سے کام کر سکتیں ۔ یہ کام صرف ازواج مطہرات ہی کر سکتی تھیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی تعلیم کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی اور انہیں اس قابل بنایا کہ وہ نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کی بھی تعلیم وتربیت کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ ازواج مطہرات کو تاکید کی گئی کہ رسول اللہ سے انہیں جو دینی علم براہ راست حاصل ہوا ہے اسے دوسروں تک پہنچائیں اور اس میں کوتاہی نہ کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا"[6]

"اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو بیشک خدا باریک بین اور باخبر ہے"

امہات المومنین کو آپ ﷺ نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ مسلم خواتین کو دینی مسائل سے آگاہ کریں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں :

"آپ کی تعلیمی سرگرمیوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اہمیت دی گئی۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے مبارک دور میں معلّمین کی طرح معلمات کا بھی تقرر ہوتا تھا۔ حضرت ام ورقہ، حضرت شفاء بنت عبداللہ، اور حضرت عائشہ کا شمار عہد رسالت کی معلمات میں بجا طور پر کیا جا سکتا ہے"[7]

عہد نبوی میں خواتین کی تعلیم کا کام حضرت عائشہ نے انجام دیا اور باقی امہات المومنین نے بھی اسی انداز میں امت کی تعلیم کے فریضہ میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ مسلمان خواتین نبی ﷺ کی مجالس میں اور گھر میں حاضر ہو کر غیر رسمی طور پر رشد وہدایت پاتی تھیں۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب ان کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو امہات المومنین میں سے کسی کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور اپنا مسئلہ عرض کرتیں ۔انہیں اس مسئلے کا پہلے سے حل معلوم ہوتا تو ان عورتوں کو بتا دیتیں وگرنہ حضور ﷺ سے پوچھ کر سائلہ کو اس مسئلے کا حل سمجھا دیتیں تھیں۔[8] ازواج مطہرات کا خواتین کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کا اندازہ حضرت عائشہ کی اس روایت سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ (رسول اللہ کے زمانہ میں کوئی آیت نازل ہوتی تو ہم اس میں مذکور حلال وحرام اور اوامر ونواہی کو ذہن نشین کر لیتی تھیں اگرچہ اس کے الفاظ ہمیں زبانی یاد نہ بھی ہوتے)۔[9]

ان حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ازواج مطہرات صرف امہات المومنین ہی نہیں بلکہ وہ ملت کی معلمات بھی ہیں۔ انہوں نے فروغ علم کے میدان میں جو زریں خدمات انجام دیں وہ انتہائی قابل قدر ہیں۔ عہد نبوی کے بعد دیگر ادوار میں بھی

---

[6] الاحزاب:34

Al-Ahzab:34

[7] حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی، کراچی، 1987ء، ص206

Hāmīd-ullah, Dr. Ehd-e-Nabvi ka Nizām Hukāmrāni,(Karachi: Urdu academy 1987)p206

[8] غلام عابد خان، عہد نبوی کا نظام تعلیم، زاویہ پبلشرز، 2010ء، ص250

Ghulām Abid Khān, Ehd-e-Nabvi ka Nizām-e-Tālīm, Zāwia Publishers 2010, p250

[9] ابن عبدربہ، العقد الفرید، دار لکتب العلمیہ، الطبعتہ الاولی 1404ھ، ج2، ص103

مسلم خواتین کی تعلیم کے لیے اقدامات کیے گئے جس کے نتیجے میں مسلم خواتین نے علم و ادب اور فکر و آگہی کے ارتقاء و استحکام میں قرون اولیٰ کی خواتین کے قابل تقلید نمونوں کا اتباع کیا اور مختلف النوع، سماجی، تہذیبی، تعلیمی، تاریخی اور ادبی میادین میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

ہندوستان میں تعلیم نسواں:

ہندوستان میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخلے سے پہلے اگرچہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا لیکن اس کی اجارہ داری برہمن، ویش اور دوسری اونچی ذاتوں میں موروثی بن چکی تھی۔ شودروں کے لئے تعلیم ممنوع تھی اور وید کا سننا تو انتہائی قابل تعزیر جرم تھا۔ عورتوں کے لئے خواہ وہ کسی ذات سے تعلق رکھتی ہوں بلا استثناء تعلیم کی ممانعت تھی لیکن جب مسلمانوں نے اس ملک میں حکومت کی بنیاد ڈالی تو ساتھ ہی ساتھ اشاعت علم کے لیے مدارس قائم کئے۔ اور پھر رفتہ رفتہ ہر زمانے میں مزید ترقی ہوتی گئی۔ ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی ہجری میں جب ہندوستان کا سفر کیا تھا تو اس نے اپنے سفر نامہ میں جنوبی ہند کے ساحل پر ایک اسلامی ریاست (ہنور) میں لڑکیوں کے تیرہ مدرسوں کا تذکرہ کیا ہے اور وہاں کی عورتوں کی یہ خصوصیت ظاہر کی کہ وہ سب کی سب حافظ قرآن ہوتی ہیں۔[10] ہندوستان کے حکمران خاندانوں میں سلطان غیاث الدین کی حرم سرا میں پندرہ ہزار عورتیں تھیں جن میں استانیاں، واعظات، مغنیہ اور ہر قسم کا پیشہ وغیرہ جاننے والیاں تھیں۔ استانیوں کا حرم سرا میں موجود ہونا صاف طور سے ظاہر کرتا ہے کہ محل کی دوسری عورتوں کو تعلیم دی جایا کرتی تھی۔[11]

عہد مغلیہ میں تعلیم کی ترقی:

مغلیہ سلطنت 1526ء سے 1857ء تک برصغیر پر حکومت کرنے والی ایک مسلم سلطنت تھی۔ جس کی بنیاد ظہیر الدین بابر نے 1526ء میں پہلی جنگ پانی پت میں دہلی سلطنت کے آخری سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دے کر رکھی تھی۔ مغلیہ سلطنت اپنے عروج میں پورے برصغیر پر حکومت کرتی تھی۔ ہندوستان میں مغلوں کی آمد سے جہاں دیگر اصلاحات نافذ ہوئیں وہیں مسلمانوں کی تعلیم کی تاریخ میں بھی ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ مغلیہ دور کا ہر فرد تعلیم کا زبردست علم بردار اور اہل علم کا بڑا قدر دان رہا ہے۔ مغلیہ سلطنت کا دربار علماء کا گہوارہ رہا ہے اور اس کا آغوش سرپرستی تمام ایسے لوگوں کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا تھا جو دور دراز ممالک سے علم حاصل کرنے اس دربار میں آتے تھے۔ عہد مغلیہ میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور اسلامی علوم کے فروغ و اشاعت میں بہترین نقش ثبت کیے گئے، علوم اسلامیہ اور دیگر علوم کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس میں اہم خدمات انجام نہ دی ہوں۔ مغلیہ دور میں تفسیر، حدیث، فقہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیے گئے۔ شاہی کتب خانے قائم کیے گئے۔ مشہور مغل حکمران اورنگ

Ibn-e-Abdāria, Al-Aqad-ul-Farīd, Dar-ul-Kutub-ul-Ilmia,1404h,v2.p103

[10] محمد امین زبیری، مسلم خواتین کی تعلیم، ادارہ تصنیف و تالیف (اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ)، طبع ثانی، 1961ء ص 35

Muhammad Amīn Zūberi, Muslim Khawātin ki Tālīm, Academy of Educational Research 1961. P35

[11] ایضاً، ص 40

Ibid,p40

زیب کو دینی علوم اور فقہ اسلامی سے حد درجہ شغف تھا۔اس لئے شاہی کتب خانے میں بہت سی اہم کتابیں دینیات، فقہ اسلامی اور دوسرے علوم پر اس کے حکم سے جمع کی گئیں۔ مشہور ''فتاویٰ عالمگیری'' جو فقہ اسلامی پر بڑی مستند کتاب ہے اور آج مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلہ کے لئے اس کا وجود نا گزیر ہے۔ علماء اور فقہاء کی ایک جماعت نے خاص اہتمام سے اسے تیار کیا اور اسے شاہی کتب خانے میں رکھا گیا۔[12]

تعلیم نسواں میں مغلیہ دور کا کردار:

مغلیہ سلاطین رزم اور بزم دونوں میں یکتائے روزگار تھے وہ جس درجہ کے فاتح وکشور کشا تھے اسی درجہ کے علم دوست اور ادب نواز تھے انہوں نے جہاں دیگر میادین میں بے شمار کارنامے سر انجام دیئے جیسے مصوری، خطاطی، تعمیر، موسیقی، ادب وہاں علمی و فکری اور سماجی روایت کو بھی فعال اور متحرک رکھا۔ وہ اس قدر تہذیب یافتہ تھے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی ذہنی تربیت کا پورا خیال رکھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی مملکت کے مختلف حصوں میں مدرسے کھولے، کتب خانے قائم کیے اور علمی خدمات کی سرپرستی کی۔ اس ضمن میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی بھرپور تحریک وترغیب کا مظاہرہ کیا بالخصوص شاہی خاندان سے وابستہ خواتین نے علمی و سماجی میدان میں مثبت رجحانات کو فروغ دیا۔ وہ نہایت علم دوست، ادب پرور شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ ان میں سے کئی تو صاحب دیوان شاعرہ بھی تھیں۔ اور کئی اعلیٰ درجہ کی مؤرخہ تھیں۔ انہوں نے علمی، روحانی اور سماجی ترقی کے میدان میں شاندار کردار ادا کیا۔ مغلیہ عہد میں عورتوں کی تعلیم، جو کہ اس زمانہ میں رائج کی گئی تھی اس پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اسے چند حصوں میں تقسیم کیا جائے، پہلا حصہ خواتین کی تعلیم سے متعلقہ رسوم ورواج سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جہاں براہ راست مواد ملتا ہے اور وہ لڑکیوں کے ان مدارس سے متعلق ہے جو اس زمانہ میں قائم تھے۔ اور تیسرے حصے میں مغل شاہی خاندان سے وابستہ چند خواتین شامل ہیں جو اپنے علم و فضل اور تعلیم نسواں کے حوالے سے کی گئی کاوشوں کی وجہ سے تاریخ اسلام میں نمایاں شہرت رکھتی ہیں۔

خواتین کی تعلیم سے متعلقہ رسوم ورواج:

اس زمانے میں لڑکیوں کے باقاعدہ مکتب ہوتے تھے اور جب لڑکی باقاعدہ مکتب میں جانا شروع کرتی تو ایک عام رسم ''عیدی'' کی ادا کی جاتی تھی اور وہ اس طرح کہ عید کے موقع پر لڑکی کو کچھ عیدی اشعار یا دعائیہ کلمات ایک رنگین کاغذ پر لکھ کر جسے ''زر فشانی'' کہتے تھے، پیش کیے جاتے تھے۔ اس وقت وہ ''زر فشانی اپنے والدین کو پڑھ کر سناتی اور اس پر وہ، اس کے استاد کو اعزاز واکرام سے نوازتے۔ اسی کو مکتب کی رسم بھی کہتے تھے۔ اس کے علاوہ جب کوئی لڑکی کسی نئی کتاب کا درس شروع کرتی تو والدین اس کے اتالیق کو نقدی اور تحائف بھی بھیجا کرتے تھے۔ لڑکی کے ختم قرآن پر جو بذات خود ایک بڑی بیش قیمت تعلیم تھی، استاد کو تحائف سے نوازا جاتا اور ایسے موقعوں پر مکتب میں نصف یوم کی چھٹی بھی کر دی جاتی تھی۔[13] مسلم بیوائیں لڑکیوں کو مذہبی تعلیم دینا یا قرآن پاک پڑھانا ایک

---

[12] ایس ایم جعفر، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، 1980ء، ص 77
S.M.Jāfār, Tālīm,Hindūstān ky Muslim Ehd-e-Hakumat men, Taraqqi bureau Dili 1980,p77

[13] ایضاً، ص 135

مقدس فریضہ سمجھتی تھیں۔ بہت سے مدرسے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اکثر لوگوں کے گھروں پر ہوا کرتے تھے۔ یہ رسومات مغلیہ حکومت تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ ان کا رواج دیگر علاقوں اور جنوبی ہند میں بھی موجود تھا۔

عہد مغلیہ میں خواتین کے تعلیمی مراکز اور نصاب تعلیم:

عہد مغلیہ میں خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مختلف سطح پر انتظامات کئے گئے۔ تعلیم کا نصاب اس طرح ترتیب دیا گیا کہ طلباء اپنے مخصوص مقاصد اور میلانات کے مطابق تعلیم حاصل کر سکیں۔ کوئی چیز ان پر زبردستی تھوپی نہیں جاتی تھی۔ بلکہ صاف طور پر یہ بات واضح تھی کہ کسی کو ان باتوں کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں ہو گی جو زمانہ حال کا تقاضا ہوتا، یہ ایک ایسا کلمہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم کا عملی پہلو ہر گز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مختلف علوم و فنون جو داخل نصاب تھے ،ان کی تفصیل حسب ذیل تھی۔ اخلاقیات، علم الحساب، فن زراعت، علم الہندسہ، علم المساحت، علم رمل ،معاشیات طبیعات، فلسفہ و حکمت، منطق، ریاضیات اور تاریخ[14] گویا تعلیمی مراکز و مجالس کی درج ذیل شکلیں تھیں جن میں مرد و زن کی تخصیص کیے بنا تعلیم دی جاتی تھی۔

1. مکتب اور مدرسے
2. مساجد اور خانقاہیں
3. نجی طور پر گھروں میں

مکتب اور مدرسے:

عہد مغلیہ کے روشن خیال اور مہذب فرماں روا جو خواہ مرکزی سلطنت سے تعلق رکھتے ہوں یا صوبوں سے وہ تعلیم نسواں کے بہت بڑے حامی اور علم بردار رہے ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے عام لوگوں کی تعلیم کی لیے بہت سے مدارس قائم کیے۔ یہ مدارس بادشاہوں کے علاوہ مختلف لوگوں نے بھی نجی طور پر جاری کیے تھے۔ان مدارس کے اخراجات کے لیے مختلف اوقاف جاری کیے گئے تھے کہ مدارس کو چلانے ،اساتذہ اور طلبہ کے اخراجات میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ مدارس کسی خاص طبقہ یا مذہب کے نہیں تھے بلکہ اس کے دروازے ہر طبقہ اور مذہب کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ مغلیہ حکمرانوں نے اپنے حدود سلطنت میں لڑکیوں کے لئے بھی مدرسے قائم کیے اور ان کی ترقی و بہبود کے لئے ہر طرح کی کوششیں کیں۔ان کے محل سرا میں معلمات موجود ہوتی تھیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حرم سرا کی دوسری خواتین کو پڑھاتی بھی ہوں گی۔ مغل حکمران اپنی رعایا میں عورتوں کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اکبر اعظم کے عہد میں حرم شاہی کی خواتین کو باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی جن کی تعداد پانچ ہزار سے کم نہ تھی۔ شہنشاہ اکبر کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے اپنے فتح پور سیکری کے محل میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ اس مدرسے کی دیواروں پر خوش رنگ گلکاریاں ،کمروں میں خوبصورت الماریاں ،طاق، کتابیں اور قلم دان رکھنے کے واسطے بنائے گئے تھے جہاں محل کی تمام عورتوں کو

Ibid,p135

[14] ایس ایم جعفر، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص 68

باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔[15] فتح پور سیکری تعلیم کا بنیادی مرکز بن گیا تھا یہیں اکبر نے اپنی حکومت کی راج دھانی بنوائی تھی اس سے بادشاہوں کی عورتوں کی تعلیم سے دلچسپی کا بین ثبوت ملتا ہے۔

مساجد اور خانقاہیں:

مغلیہ حکمرانوں نے اپنے عہد میں تعلیم کے فروغ کے لئے بہت کام کیا۔اس وقت کی مسجدوں میں ''مکتب'' کا انتظام ہوتا تھا۔جس میں لڑکے اور لڑکیاں ابتدائی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بابر کے دور میں ایک محکمہ خاص اسی کام کے لئے تھا جو تعلیمی مدارس کی تعمیر کرواتا تھا۔ شاہی بیگمات نے بھی خواتین کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کیے جن میں شہنشاہ اکبر کی رضائی والدہ ماہم انگہ کا مدرسہ ''خیر المنازل'' قابل ذکر ہے۔اس مدرسہ کے ساتھ طلباء کے لئے ایک بہت حسین مسجد بھی تعمیر کی گئی۔یہ مسجد جس فیاضی اور فراخدلی سے طلباء کے لئے بنائی گئی تھی وہ ماہم بیگم کی تعلیمی و دینی دلچسپی کی بڑی دلیل ہے۔[16] مغلیہ شہزادیوں نے بڑی بڑی عالی شان مساجد تعمیر کروائیں اور ان کے ساتھ مدارس بھی قائم کئے۔دہلی میں مسجد ''اکبر آبادی'' اعزاز النساء کی یادگار تھی جو شاہجہاں کی بیگم تھی اور اکبر آبادی محل کے نام سے مشہور تھی۔اس مسجد کے گرد طلباء کے حجرے اور مکانات تھے۔[17]

خانگی تعلیم کا نظام:

مغلیہ خاندان میں دستور تھا کہ ہر لڑکی کو بطور فرض قرآن اور حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے بعد دیگر علوم پڑھائے جاتے تھے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ مدرسے تھے۔لیکن عام طور پر ان کی تعلیم یا تو خود ان کے گھروں پر ہوتی یا استادوں کے گھروں پر جو قریب ہی رہتے تھے۔بعض اوقات بڑی عمر کے علماء بھی جن کا تقویٰ مسلم ہوتا یا پڑھی لکھی لائق خواتین اور معلمات اس کام کے لیے مقرر کی جاتیں تھیں جو لڑکیوں کو ان کی ضروریات کے مطابق تعلیم دیتی تھیں۔لڑکیوں کو اپنے گھروں میں اخلاقی، علمی اور عملی تعلیم ملتی تھی جو آج انہیں ان سکولوں میں دی جاتی ہے جو ان کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔چنانچہ اس کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا کہ ان میں ایسے جذبات پیدا ہوں گے جس کی وجہ سے وہ اخلاقی اور روحانی اعتبار سے تہی داماں ہو جائیں۔خانگی تعلیمی نظام کا ذکر امپیریل گزیٹیر آف انڈیا میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> ''ابتدائی جماعتیں ان مدرسوں میں ہوتیں جو مسجدوں کے ساتھ ملحق ہوتے لیکن عام تعلیم حسب معمول گھروں پر ہوتی تھی صاحب استطاعت گھرانے اکثر کوئی استاد رکھ لیتے تھے جو ان کے بچوں کو پڑھنا، لکھنا اور حساب سکھاتا تھا۔ فارسی زبان ذریعہ تعلیم ہوتی تھی۔خطوط نویسی اور خوش نویسی اس تعلیم کے سب سے بڑے کمالات میں شمار کیے جاتے تھے۔

---

15 ایس ایم جعفر، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص135

Ibid,p135

16 صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم تیموریہ، دارالمصنفین معارف اعظم گڑھ، 1981ء، ج3، ص240-241

Sabāh-uddīn Abdul-Rāhmān, Bazm-e-Taimuria, Darul-Muṣannifīn, Mɑarif, Azam Garh,1981,v3.p240-41

17 محمد امین زبیری، مسلم خواتین کی تعلیم، ص45

بچے لکڑی کی تختیوں پر لکھتے جو لکھنے کے بعد دھو دی جاتی تھیں۔۔کم استطاعت پڑوسیوں کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو ان صاحب استطاعت گھروں پر پڑھنے کے لیے بھیج سکتے تھے جو بعض اوقات مکتب یا مدرسے کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ یہ مدرسے ''خانگی مکتب'' کہے جاتے تھے"[18]

مغلیہ دور میں خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے خانگی مکتب کے علاوہ صنعتی تعلیم کے خانگی نظام کا بھی معقول انتظام کیا گیا تھا۔ جو لوگ کوئی فن یا دستکاری سیکھنا چاہتے وہ اپنی پسند کے استادوں کے گھروں پر جاتے جو اس فن یا دستکاری میں ماہر ہوتے تھے۔ لیکن دستکاری کی مہارت زیادہ تر خاندانی ہوتی تھی، باپ اپنے بیٹوں کا استاد ہوتا تھا اور ماں اپنی بیٹیوں کی، اس طرح دستکاریوں کی بالعموم تعلیم ہوتی تھی۔[19]

مغلیہ عہد کی تعلیم یافتہ خواتین اور تعلیم نسواں میں ان کا کردار:

مغلیہ عہد میں عوام کی تعلیم کے لئے مدارس کھولے گئے اور شاہی خاندان کے شہزادوں اور شہزادیوں کی تعلیم وتربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ ان کے لئے قابل ترین معلم مقرر کئے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شہزادیوں کی کنیزیں تک دماغی نشو ونما کی اعلیٰ منازل تک پہنچ گئی تھیں۔ شہزادوں اور شہزادیوں کو اخلاقی وذہنی تعلیم کے علاوہ فنون جنگ سے بھی مزین کیا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کی خواتین میں سے گلبدن بیگم، گل رخ بیگم، نور جہاں بیگم، جہاں آراء بیگم، زیب النساء بیگم وغیرہ تعلیم و تربیت، قابلیت، لیاقت، ذہانت حاضر جوابی، شاعری کے لحاظ سے مشہور تھیں۔۔ان خواتین نے اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہو کر علمی خدمات سرانجام دیں انہوں نے بہت سے مکتب اور مدارس قائم کیے اور علماء کی سرپرستی کی۔ ذیل میں مغلیہ خاندان کی انہیں لائق اور فاضل خواتین کا علمی ذوق اور تعلیم نسواں کے لئے مثبت کردار کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔

1۔ گل رخ بیگم:

بابر کی یہ بیٹی بیگم صالحہ سلطان کے بطن سے تھی، گل رخ کو دانش وبصیرت اور علم وفضل کے اعتبار سے اپنی ہم عصر خواتین میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ وہ شعر وشاعری کا عمدہ ذوق رکھتی تھی۔ اس کی شادی ایک صوفی بزرگ مرزا نورالدین محمد کے ساتھ ہوئی۔ ریاض الشعراء (قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی) اور مخزن الغرائب (قلمی نسخہ دارالمصنّفین) میں شہزادی کا نام شعراء کی فہرست میں درج ہے اور ساتھ ہی یہ شعر نقل کیا گیا ہے:

ہیچ کہ آں شوخ گل رخسار بے اغیار نیست
راست بود ست آنکہ در عالم گل بے خار نیست[20]

Muhammad Amīn Zūberi, Muslim Khawātin ki Tālīm,p35

[18] ایس ایم جعفر، مترجم سعید انصاری، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص 107
S.M.Jāfār, Tālīm,Hindūstān ky Muslim Ehd-e-Hakumat men, ,p107

[19] ایضا، ص 144
Ibid,p144

[20] صباح الدین عبد الرحمٰن، بزم تیموریہ، 1981ء، ج3، ص، 241
Sabāh-uddīn Abdul-Rāhmān, Bazm-e-Taimuria, Darul-Muṣannifīn,1981,v3.p141

2۔ماہم آنگہ:

اکبر کی رضاعی ماں ماہم آنگہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تھی۔وہ ان لوگوں میں سے تھی جو یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔اس غرض سے انہوں نے اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر خرچ کیا۔ تعلیم و فضل کی ترویج کی خاطر اس نے دہلی میں ایک مدرسہ ''خیر المنازل'' کے نام سے قائم کیا۔اس مدرسہ کے ساتھ ساتھ ایک مسجد تعمیر کروائی اور اسے نہایت اچھے ساز و سامان اور لائق اساتذہ سے آراستہ کرایا۔یہ ایک نہایت شاندار عمارت تھی جو پتھر کے ٹکڑوں اور اور پلاستر سے بنی ہوئی تھی۔اس پر سرخ پتھروں سے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔اس کے اندر مسجد تھی۔مسجد کے سامنے کے رخ رنگین تختیوں اور پتھر میں کٹے ہوئے مختلف رنگوں کے بیل بوٹے بنے تھے۔[21] نجی کوشش کی یہ پیداوار ایک خاتون ماہر تعلیم کا عظیم کارنامہ تھا۔یہ مسجد جس فیاضی اور فراخدلی سے بنائی تھی وہ ماہم آنگہ کی طلباء کے لئے کی گئی تعلیمی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

3۔گلبدن بیگم:

مغلیہ بیگمات اور شہزادیوں میں گلبدن بیگم قابل ذکر ہے۔غریبوں اور ناداروں کی مدد کرنا اور دینی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ،اس کی طبیعت کا جزو بن چکے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے حین حیات میں بھی ایک نامور خاتون گنی جاتی تھی۔اعلیٰ تعلیم اور اس پر ذوق قلبی اور مذاق سلیم نے اس کی طبیعت میں وہ جوہر پیدا کیے کہ گلبدن علم الانشاء اور شاعری میں بقائے دوام کا تاج حاصل کر چکی تھی۔وہ علم دوست اور علم پرور تھی اور عالموں کی بہت قدر کرتی تھی۔گلبدن بیگم شریعت کی بہت پابند، غریبوں بے کسوں اور لاوارث لڑکیوں کی پرورش میں حصہ لیتی تھی اور ان کی شادیوں کا انتظام کرتی تھی[22]اس کے کلام کا نمایاں جوہر سلاست و روانی ہے فارسی زبان میں اس کی مستقل تصنیف ''ہمایوں نامہ'' ہے اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں بابر اور دوسرے حصے میں ہمایوں کے حالات ذکر کئے گئے ہیں۔یہ کتاب اپنے طرز انشاء میں بہترین کتاب ہے اور اپنے عہد کی تاریخ، معاشرتی و تمدنی حالات و واقعات کے لئے ایک قیمتی ماخذ ہے۔یہ کتاب دراصل اکبر بادشاہ کے حکم سے اکبر نامہ کی ترتیب و تدوین کے وقت بابر اور ہمایوں کے عہد سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے گلبدن نے لکھی تھی۔[23]

گلبدن بیگم نے اپنی کتاب میں اس عہد کے تمدن، سیاست، معیشت اور خانگی زندگی کے متعلق تفصیل بیان کی ہے اور ثقافتی سرگرمیوں میں عورتوں کی شرکت کی تفصیل دی ہے کہ عورتیں نہ صرف گھریلو تفریحات میں حصہ لیتی تھیں بلکہ گھڑ سواری بھی کرتی تھیں، چوگان کھیلتی تھیں، شکار کی مہم پر جاتی تھیں اور جنگی مہمات میں بادشاہ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔[24] اس کتاب کی مغل تاریخ نویسی

---

21 ایس ایم جعفر، مترجم سعید انصاری، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص98
S.M.Jāfār, Tālīm,Hindūstān ky Muslim Ehd-e-Hakumat men,p98

22 محمود علی، مغل شہزادیاں، ایم آر پبلی کیشنز، دہلی، 2000ء، ص36،
Mahmūd Alī, Mughāl Shehzādiān, M.R Publication,Dilli 2000, p36

23 محمد فائق، ڈاکٹر، مغل شہزادیاں علمی و ادبی خدمات، ڈی ٹی پی کمپوٹرز، پٹنہ، 2006ء، ص20
Muhammad Fāiq,Dr. Mughāl shāhzadiyan ilmī wa adbī khidmāt, DTP Computers, Patna,2006.p20

24 مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ کی باتیں، تاریخ پبلی کیشنز، لاہور، 2012ء ص139

میں یہ اہمیت ہے کہ یہ ایک شہزادی کی لکھی ہوئی تاریخ ہے۔ جس نے واقعات کا خود سے مشاہدہ کیا ہے جو تاریخ کو عورتوں کی نظر سے دیکھتی اور بیان کرتی ہے یہی اس کی اہم خصوصیت ہے۔

4۔ حمیدہ بانو بیگم:

حمیدہ بانو بیگم شیخ علی اکبر کی دختر اور ہمایوں کی بیگم تھی۔ حمیدہ بانو بیگم کا خاندان علم وادب کی دنیا میں معروف تھا۔اس لئے اس نے جب ہوش سنبھالا تو اس کے گردو پیش علم وادب کے چرچے تھے۔جب اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کی ذہانت کی وجہ سے خاندان والوں نے اس کی تعلیم میں خاص دلچسپی لی۔اس کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت کو مذہب سے خاص شغف تھا۔اس کا مشغلہ تصنیف و تالیف، کتب بینی یا گھڑ سواری تھا۔اس نے دو کتابیں بڑی محنت اور جاں کاہی سے لکھیں۔ایک کتاب کا نام ''ترکی خواتین'' اور دوسری کا نام ''امیر تیمور کی فتوحات ہند'' ہے۔دونوں کتابیں تاریخی سوانحی کتابوں میں بہترین اضافہ ہیں۔یہ دونوں کتابیں اس کے سفری مشاہدات زندگی کے واقعات تاریخی حالات اور کتب بینی کی تحقیقات کا نچوڑ ہیں۔یہ کتابیں پہلے فرانسیسی زبان میں پھر فرانسیسی زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل ہوئیں۔اور آج بھی تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس نے فلاحی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مساجد، مدارس، باغات، سرائیں تعمیر کرائیں۔دو شفاخانے چار مدرسے، تین مسافر خانے اب تک اس کی یادگار ہیں۔ایک مسجد بنوائی تھی جس میں ایک مسافر خانہ ایک کتب خانہ اور ایک مدرسہ تھا یہ مسجد بیس لاکھ روپے کی لاگت سے بنی تھی۔[25]

5۔ سلیمہ سلطان بیگم:

اکبر کی تیسری بیوی سلیمہ سلطان بیگم تھی۔ گل رخ کی بیٹی اور ظہیر الدین بابر کی نواسی تھی۔ ہمایوں کی خواہش پر خانخاناں بیرم خان سے بیاہی گئی، بیرم خان کی وفات کے بعد اکبر بادشاہ نے اس سے شادی کر لی۔ سلیمہ سلطان بیگم برصغیر کی فارسی شاعرہ اور فاضلہ عورت تھی وہ پاکدامن اور مومن عورت تھی۔چار دفعہ حج کیا۔شعر وشاعری کا ذوق رکھتی تھی اور فخری ہروی کی ممدوح بھی تھی۔[26] سلیمہ سلطان کی قابلیت کا جہانگیر نے اپنی تزک میں اعتراف کیا ہے کہ عورتوں میں اس درجہ کی قابلیت کم جمع ہوتی ہے۔اسے کتب بینی کا ازحد شوق تھا اور اس شوق کی تکمیل کے لئے اس کے پاس ذاتی کتب خانہ بھی تھا۔ جس میں مختلف موضوعات پر بہت سی ضخیم کتابیں تھیں۔[27] تمام مورخین نے بیگم کے اوصاف حمیدہ کے علاوہ شاعری میں اس کی سخن سنجی اور نکتہ فہمی کی تعریف کی ہے اور یہ کہنا بے محل نہیں ہو گا کہ حرم مغلیہ میں تین بیگمات نے مخفی تخلص کیا ہے مگر اولیت کا سہرا سلیمہ سلطان ہی کے سر ہے۔

Mubārāk Ali,Dr. Tarīkh ki baten, Tarīkh Publications, Lahore 2012,p139

25 محمد فائق، ڈاکٹر، مغل شہزادیاں علمی وادبی خدمات، ص124

Muhammad Fāiq,Dr. Mughāl shāhzadiyan ilmī wa adbī khidmāt,p124

26 سروش اسلام آباد، نومبر، دسمبر، 2005ء، ص27-28

Sarūsh, Islamabād, Nov-Dec 2005. P27-28

27 محمد امین زبیری، مسلم خواتین کی تعلیم، ص42

6۔ نور جہاں بیگم:

نور جہاں جس کا اصل نام مہر النساء تھا، اعتماد الدولہ بیگ طہرانی کی دختر بلند اختر تھی یہ وہ عظیم خاتون ہے جس نے اپنی ذاتی لیاقت و دانائی کے بل بوتے پر بے پناہ شہرت حاصل کی جو شاید برصغیر کی کسی دوسری ملکہ کو نصیب نہ ہوئی۔ برصغیر کی تاریخ میں یہ واحد خاتون ہے جس کے نام کا سکہ چلتا رہا اور سوائے خطبہ کے، فرمانروائی کے تمام لوازمات اسی کے حکم سے عمل میں آتے تھے۔ نور جہاں بیگم حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت میں بھی خوب آراستہ اور بے حد سلیقہ شعار خاتون تھی زیور، وضع قطع اور تزئین و آرائش کی چیزیں جو برصغیر میں مروج ہیں اکثر اسی کی اختراع ہیں مثلا دودامنی، پنج تولیہ، بادلہ، فرش چاندنی، کناری، عطر جہانگیری وغیرہ۔[28] چونکہ شاہی خاندان کی عورتیں حرب سپاہ گری بھی سیکھا کرتی تھیں اور میدان جنگ میں بھی متحرک نظر آتی تھی اسی لئے نور جہاں جہانگیر کے جنگی سفر میں بھی برابر ساتھ رہتی تھی۔ ایک مرتبہ جہانگیر کے لئے اس کو جنگ کی سربراہی بھی کرناپڑی۔[29] قدرت نے نور جہاں کو علم و ادب کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ وہ ایک علم پرور باپ کی بیٹی اور ایک اعلیٰ ادیب و انشاء پرداز اور شاعر کی بیوی تھی۔[30] اس کی خوبیوں میں ایک بڑی خوبی اس کی فی البدیہہ شاعری تھی وہ اپنے شوہر کے زمانہ حیات میں بھی ملک کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے تھی جو اس کی غیر معمولی ذہانت اور اعلیٰ قابلیت پر دلالت کرتا ہے جن کی بدولت وہ سلطنت کے پیچیدہ مسائل اور ان کے حل کرنے کے قابل تھی۔[31] برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں جو خواتین شہرت عام اور بقائے دوام کی حقدار قرار پائی ہیں ان میں نور جہاں کا نام ہمیشہ ممتاز رہے گا۔

7۔ ممتاز محل:

یہ شاہ جہاں کی ملکہ تھی۔ ممتاز محل خطاب اور ارجمند بانو نام تھا۔ اس کی تعلیم و تربیت بہت اہتمام سے کی گئی تھی۔ وہ تعلیم یافتہ، سلیقہ مند اور زہانت کا عدیم المثال پیکر تھی۔ وہ شاہ جہاں کی مشیر خاص رہی بادشاہ ہر معاملے میں اس کے مشوروں کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ یہاں تک کہ سارے فرمان آخری شکل میں لکھے جانے کے بعد حرم میں بھیج دیئے جاتے تھے اور ممتاز محل اس پر نظر ثانی کر کے اپنے ہاتھوں سے مہر ثبت کیا کرتی تھی۔[32] اس نے نسوانی زندگی کے اکثر شعبوں میں کچھ نہ کچھ اختراعات کیں جو آج بھی تاریخ کے صفحات پر

Muhammad Amīn Zūberi, Muslim Khawātin ki Tālīm,p42

28 علم الدین سالک، دختران ہند، کتاب سرائے پبلشرز، لاہور، 2008ء، ص232
Ilām-uddīn sālik, Dukhtārān-e-Hind, Kitāb Sarāye Publishers, Lahore.2008.p232

29 صباح الدین عبد الرحمٰن، مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ یوپی، انڈیا، 2009ء، ص202
Sabāh-uddīn Abdul-Rāhmān, Musālmāno ky ehd ky tamāddani jālway, Azām Garh2009, Darūlmuṣanifīn, p202

30 صباح الدین عبد الرحمٰن، بزم تیموریہ، 1981ء ج،3، ص،244
Sabāh-uddīn Abdul-Rāhmān, Bāzm-e-Taimūriā,v3.p244

31 ایس ایم جعفر، مترجم سعید انصاری، تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں، ص137
S.M.Jāfār, Tālīm,Hindūstān ky Muslim Ehd-e-Hakumat men,p98

مرقوم ہیں۔ ممتاز محل بہت رحیم اور نرم دل تھی اس کی نرم دلی اور سماجی خدمات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بڑے بڑے سرکشوں کی جان بخشی کروائی اس کی تمام زندگی رحم و کرم، ہمدردی وایثار اور نرمی واحسان کا ایک شاندار مرقع تھی۔ وہ دانا، معاملہ فہم، سمجھ دار اور دور اندیش خاتون تھی اس لئے وہ شاہجہاں کے لئے دست راست اور زبردست قوت کا باعث ثابت ہوئی۔ محتاج اور نادار لوگ اس کی بارگاہ کا رخ کرتے اور اپنی اپنی مرادیں پاتے تھے۔[33] ممتاز محل اخلاق و عمل کی پاکیزگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ اس کی تمام زندگی رحم و کرم، ہمدردی وایثار اور نرمی واحسان کا ایک شاندار مرقع ہے۔

8۔ جہاں آراء بیگم:

جہاں آراء بیگم شاہ جہاں کی پہلی اولاد تھی۔ ممتاز محل کی وفات کے وقت جہاں آراء چھ یا سات سال کی تھی اس لئے محل کا انتظام ستی النساء خانم کے ذمہ کیا گیا۔ جہاں آراء نے تعلیم ستی النساء سے پائی جو حافظ ہونے کے علاوہ زبان دانی، ادب شناسی، قراءت اور تجوید میں امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ جہاں آراء نہایت سخی اور کریم النفس تھی وہ علوم متداولہ میں پوری طرح ماہر اور فنون لطیفہ سے پوری طرح واقف تھی۔ وہ بے کس، مفلس ولاچار لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ان کی امداد بھی کرتی تھی۔[34] جہاں آراء کی علم پروری اور اس کے ساتھ مذہب کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آگرہ کی جامع مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس نے مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم کیا جو بہت دنوں تک نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔[35] جہاں آراء تعلیم حاصل کر کے مصنف بھی ہوئی اور شاعر بھی "مونس الارواح" اس کی مشہور تصنیف ہے۔ اس معروف تصنیف میں شہزادی نے خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے سلسلے کے اکابرین کے حالات بہت ہی عقیدت مندی، ہوشیاری اور بڑے احتیاط سے قلمبند کئے ہیں۔ جہاں آراء بہت اچھی شاعرہ تھی اس کا دیوان بھی تھا جس میں وہ اپنا تخلص مخفی رکھتی تھی۔ جہاں آراء نے دہلی میں دور دراز سے آنے والے تاجروں کے لئے ایک کاروان سرائے بھی بنوائی جس میں 90 حجرے تھے ہر حجرہ کے آگے ایک چبوترہ تھا، جس کا عرض پانچ گز تھا، اس میں دو بڑے بڑے کنویں اور ایک مسجد تھی۔ جہاں آراء نے کئی نادر عمارتیں بنوائیں۔ کشمیر میں ملا بدخشی کی مسجد جس کی تعمیر پر چالیس ہزار روپے صرف ہوئے اور آگرہ کا باغ جواب سید کا باغ کہلاتا ہے وہ بھی اسی کا لگوایا ہوا ہے۔[36]

---

[32] فضل حق، خواتین ہند کے تاریخی کارنامے، بہار پبلی کیشنز، پٹنہ، 1998ء، ص78
Fāzal-e-Haq, Khwatīn e hind ky tārikhi kārnāmy, Patna, Bahar Publications,1998, p78

[33] علم الدین سالک، دختران ہند، ص279-288
Ilām-uddīn sālik, Dukhtārān-e-Hind.p279-88

[34] محمود علی، مغل شہزادیاں، ص60
Mahmūd Alī, Mughāl Shehzādiān, p60

[35] صباح الدین عبدالرحمٰن، بزم تیموریہ، 1981ء، ج3، ص256
Sabāh-uddīn Abdul-Rāhmān, Bāzm-e-Taimūriā,v3.p256

[36] صباح الدین عبدالرحمٰن، مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے، ص185

9۔روشن آراء بیگم:

روشن آراء بیگم شاہ جہاں کی پانچویں اولاد تھی۔اس نے علم طب، علم ادب اور دیگر متداولہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔اس میں وہ تمام محاسن اور خوبیاں موجود تھیں جو مسلمان عورتوں کو دیگر مذاہب کی عورتوں سے مشرف کر سکتی ہیں۔اخلاق وسیرت کے لحاظ سے بھی وہ اپنے تمام ہمسروں میں ممتاز تھی۔ مروجہ علوم وفنون اور سلیقہ مندی میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی روشن آراء اسلامی شعائر کی سختی سے پابندی کرتی تھی۔دیگر تیموری بیگمات کی طرح اس کے دروازے بھی بیوہ عورتوں اور یتیم بچیوں کے لئے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔اس کی جاگیر کی آمدنی اور شاہی انعامات انہیں کی پرورش پر صرف ہوتے تھے۔قرآن پاک کی تلاوت، نماز کی ادائیگی، درود وظائف کی کثرت اور پردے کی پابندی اس کے اخلاق کے نمایاں جوہر ہیں۔[37]روشن آراء نے دہلی میں ایک باغ لگوایا جو دہلی کی مشہور سیرگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔وہ اسی باغ میں دفن ہوئی یہ باغ 1653ء میں بنا یعنی اس زمانے میں جب کہ شاہ جہاں نے شہر آباد کر کے سب بیگمات اور امراء کو باغات اور مکانات بنانے کا حکم دیا اس باغ کے درمیان میں مقبرہ ہے اور نہریں ہیں۔[38] شہزادی روشن آراء اپنے تدبر اور شجاعت کی وجہ سے خاندان مغلیہ کی تاریخ میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے دور عالمگیر کی تاریخ لکھنے والے کبھی اس نام کو فراموش نہیں کر سکتے۔

10۔جاناں بیگم:

عبدالرحیم خانخاناں کی بیٹی تھی۔اس کی شادی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے بیٹے شہزادہ دانیال سے ہوئی تھی۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے آراستہ تھی۔مکارم اخلاق اور لیاقت علمی کے اعتبار سے بہت بلند مقام رکھتی تھی۔ شہزادہ دانیال کی وفات کے بعد باقی زندگی بیوگی میں گزار دی۔ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے معذرت کر دی۔ہمیشہ پاکدامن اور عفت شعار رہی۔شعر وشاعری کا نہایت عمدہ ذوق رکھتی تھی۔دین سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔حج بیت اللہ کا بھی شرف حاصل کیا۔دینی امور سے اس کی دلچسپی کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس نے فارسی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔[39]

11۔زیب النساء بیگم:

ایک ذہین اور عاقلہ شہزادی اورنگ زیب عالمگیر کے محل شاہی میں پیدا ہوئی جس کا نام زبیدہ بیگم رکھا گیا مگر بعد میں زیب النساء مشہور ہو گیا۔اگرچہ شہنشاہ اورنگ زیب کی اور بیٹیاں بھی خاصی قابل تھیں لیکن یہ عالی دماغ شہزادی بچپن سے ہی بلا کی ذہین تھی جس نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔پھر طبیعت کی روانی، ذہانت کا مادہ، علم کا شوق اور تبادلہ خیالات کی امنگ لیئے اس عالی

Sabāh-uddīn Abdul-Rāhmān, Musālmāno ky ehd ky tamāddani jālway, p185

[37] علم الدین سالک، دختران ہند، ص340

Ilām-uddīn sālik, Dukhtārān-e-Hind.p340

[38] سر سید احمد خان، مرتب خلیق انجم، آثار الصنادید، اردو اکادمی دہلی، 1990ء، ج1، ص350

Khāliq Anjūm, Sir Syed Ahmād Khān, Athar-us-ṣanādīd, Dilli:Urdu Academy 1990 v1 p350

[39] طالب ہاشمی، تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، پین اسلامک پبلشرز، لاہور، 1992ء، ص428

دماغ شہزادی کو شاعرانہ نکات اور شعر وشناسائی کی طرف راغب کر لیا۔ فارسی زبان کے ساتھ ساتھ اسے عربی میں بھی خاصی مہارت حاصل تھی[40] عربی اور فارسی کے علاوہ علم الحساب اور علم الہیئت میں اسے خاصی مہارت حاصل تھی۔ طب روحانی میں وہ حاذق کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کی عقل و دانش کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے علم ہیئت کے ذریعے ثابت کیا تھا کہ جن ذروں یا مادوں سے زمین بنی ہوتی ہے یا جو ذرے یا مادے زمین کی فطرت میں مربوط ہیں وہی آفتاب میں بھی ملے ہوئے ہیں۔ یورپ والوں نے بہت بعد میں اس بات کو تسلیم کیا۔ یہ دینی علوم، عربی و فارسی، فن خطاطی اور تحقیقی امور میں بھی گہری دلچسپی رکھتی تھی۔ زیب النساء اکثر علمی مجالس منعقد کراتی تھی جن میں نظم و نثر، صرف و نحو، ہندسے و نجوم، معانی و بیان، ہیئت و حکمت جیسے موضوعات پر ملک کے فضلاء و علماء جمع ہو کر بحث مباحثہ کیا کرتے تھے اور شہزادی چلمن کی آڑ میں بیٹھ کر ان مجالس میں شریک ہوا کرتی تھی اور اپنے عالمانہ دلائل سے لوگوں کو قائل کرتی تھی۔[41] اس کے دست کرم سے بے شمار غریب لڑکیوں، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لئے وضائف مقرر تھے، اس نے ایک بیت العلوم قائم کر رکھا تھا جس میں مختلف علوم و فنون کی خدمات حاصل کی گئی تھی جو ہر وقت تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ اس نے سماجی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا اور بہت سے باغات لگوائے، عمارات اور سرائے بنوائیں۔[42]

12۔ زینت النساء بیگم:

زینت النساء بنت شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر 1053ھ میں پیدا ہوئی، دین سے محبت اور شریعت کی پابندی اسے اپنے عظیم باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ ان کا زیادہ تر وقت کلام پاک، احادیث کے مطالعہ اور عبادت میں بسر ہوتا تھا۔ زینت النساء اورنگ زیب کی لڑکیوں میں سے ایک ہونہار، نیک اور دینی علوم کی ماہر خاتون تھی۔ یہ دینی و سماجی سرگرمیوں میں بڑی متحرک تھی۔ زینت النساء بیگم شاعرہ اور معلّمہ تو تھی ہی لیکن اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ حافظ قرآن تھی۔ شہر دہلی میں زینت النساء کی بنائی ہوئی مسجد ان کی سب سے بڑی یادگار ہے، جو "زینت المساجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے شادی نہیں کی اور اپنے جہیز کی رقم کو مسجد کی تعمیر میں استعمال کیا یہ مسجد سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے اور تینوں برج سنگ مرمر کے ہیں، اس مسجد کے دو مینارے ہیں جو کافی بلند ہیں اور دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مسجد کے سات در ہیں۔ ایک بڑا در ہے اور باقی چھوٹے ہیں۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض ہے، اسی مسجد میں زینت النساء کی قبر ہے۔[43]

Tālib Hāshmi, Tarīkh-e-Islām kī chār sū ba kamāl khāwātīn, Lahore: Pen Islamic Publishers,1992 p428

40 عبد الرحمٰن امر تسری، ہندوستان کی شہزادیاں، بابو گوراندتہ مل کپور پریس، لاہور، ص 75
Abdul-Rahmān, Amārtāsrī, Hindustān kī shāhzādiyān, bābūgorandatta mill kapūr press, Lahore, p75

41 فضل حق، خواتین ہند کے تاریخی کارنامے، ص 83
Fāzal-e-Haq, Khwatīn e hind ky tārikhi kārnāmy, p83

42 طالب ہاشمی، تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، ص 468
Tālib Hāshmi, Tarīkh-e-Islām kī chār sū ba kamāl khāwātīn, p468

43 سر سید احمد خان، مرتب خلیق انجم، آثار الصنادید، ج 1، ص 354

13۔ ملکہ اعزالنساء بیگم:

شہاب الدین محمد شاہجہاں فرمانروائے ہند کی ملکہ تھی۔ وہ بالعموم ''اکبر آبادی محل'' کے لقب سے مشہور ہے۔ بڑی دیندار اور مخیّر خاتون تھی۔ دہلی کی اکبر آبادی مسجد اس نے ڈیڑھ لاکھ روپے (آج کل کے دو تین کروڑ روپے) کی لاگت سے تعمیر کرائی۔ پھر اس مسجد کے لئے وقف متعین کئے اور حکم دیا کہ وقف جائیداد کی آمدنی مسجد و حمام کی مرمت اور علماء و طلباء کے وظائف پر خرچ کی جائے۔ دہلی کے فیض آباد میں مسجد اکبر آبادی آج تک اس نیک خاتون کی علمی و دینی دلچسپی کی یاد تازہ کرتی ہے۔[44] اس عظیم خاتون کی علمی مساعی کو بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

14۔ مائی لاڈو:

مائی لاڈو گیارہویں صدی ہجری میں ایک مالدار اور پرہیز گار خاتون تھی۔ ایک روایت کے مطابق یہ جہانگیر کی دایہ تھی اور دوسری روایت کے مطابق یہ شاہجہاں کی دایہ تھی۔ اس کے خاوند کا نام محمد اسماعیل تھا، دونوں میاں بیوی عابد و زاہد تھے اور لاہور کے رہنے والے تھے۔ مائی لاڈو شیخ سلیم چشتی کی مرید تھی جو اکبر بادشاہ کے مرید تھے۔ وہ فریضہ حج بھی ادا کر چکی تھی۔ اس نے لاہور کے مدرسہ ''زین خان'' یا ''گزرتلہ'' میں بہت سی حویلیاں بنوائیں اور باغ لگوائے۔ ان کے علاوہ ایک شاندار مسجد بنوائی جس کے ساتھ ایک بہت بڑا مدرسہ بھی تعمیر کرایا۔ پھر اپنی جائیداد کا بہت سا حصہ اس مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا۔ مدرسے کے صدر مدرس اس دور کے ایک نامور عالم دین مولانا عصمت اللہ تھے۔ وہ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ ان کی کشش دور دور سے طلباء کو کھینچ لائی اور یہ مدرسہ تعلیم دین کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ چونکہ وہ بے اولاد تھی اس لئے اس نے اپنی تمام جائیداد مدرسے کے نام وقف کر دی۔[45]

15۔ اورنگ آبادی محل:

اورنگ آبادی محل اورنگ زیب کی چوتھی بیوی تھی۔ اس کی عقلمندی اور معاملہ فہمی نے اورنگزیب پر اپنا رنگ جما لیا تھا۔ اکثر معرکوں میں اورنگ آبادی محل اورنگ زیب کے ساتھ رہی اور وہ اس کی خوبیوں کا معترف رہا۔ بیگم کے بطن سے صرف ایک لڑکی مہرالنساء تھی جو بہت ذہین تھی۔ بیگم مذہبی خیالات کی خاتون تھی۔ اس کی رحم دلی اور سخاوت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ شاہی محل کی بیگمات کو مذہبی مسائل کے درس دینا اور دیگر مسائل کو حل کرنے کے فرائض کو انجام دینا اورنگ آبادی محل کے سپرد تھے۔[46]

مختصر یہ کہ مغلیہ خواتین نے حدود شریعت میں رہتے ہوئے گوشہ علم و فن سے لے کر ہر شعبہ زندگی میں حصہ لیا اور اسلامی معاشرے کی فلاح و تعمیر میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان خواتین پر ارباب علم و فضل کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔

Khāliq Anjūm, Sir Syed Ahmād Khān, Athar-us-ṣanādīd, v1 p354

[44] ایضا، ص، 451

Ibid,p451

[45] طالب ہاشمی، تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، ص458

Tālib Hāshmi, Tarīkh-e-Islām kī chār sū ba kamāl khāwātīn, p458

[46] محمود علی، مغل شہزادیاں، ص، 161

Mahmūd Alī, Mughāl Shehzādiān, p60

نتائج تحقیق:

زیر نظر مقالہ کے نتائج تحقیق درج ذیل ہیں:

1. اسلام نے بلاامتیاز مرد وزن تمام مسلمانوں پر علم کا حصول ضروری قرار دیا ہے۔
2. شریعت نے احکامات، عبادات و معاملات میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں رکھی اس لیے خواتین کو تمدنی و معاشرتی حقوق عطا کرنے کے ساتھ تعلیمی حقوق بھی اس کی صنف کا لحاظ رکھتے ہوئے مکمل طور پر دیئے ہیں۔
3. خواتین کی تعلیم کا سلسلہ عہد نبوی کے بعد دیگر ادوار میں بھی بتدریج ارتقاء پذیر رہا۔
4. برصغیر میں عہد مغلیہ میں تہذیب و ثقافت، سماجی بیداری، خواتین کی تحصیل علم اور استفادہ کے میدان میں علمی سرگرمیوں میں وسعت پیدا ہوئی۔
5. مغلیہ دور کے حکمرانوں نے تعلیم نسواں کے لئے شاندار خدمات پیش کیں۔ علوم وفنون کے فروغ واشاعت کے لیے جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کیے جو حکومت کے اخراجات کے علاوہ امراء اور عام لوگوں کے نجی خرچ سے چلتے تھے۔ تعلیم نسواں کے لیے کی گئی کاوشوں میں مغلیہ خواتین کی شمولیت بھی خاصی نمایاں رہی۔ شاہی خاندان سے وابستہ بیگمات اور شہزادیوں نے جملہ دینی علوم میں مہارت حاصل کی وہ دوسرے مروجہ علوم سے بھی اچھی طرح واقف تھیں۔ وہ علم دوست، ادب پرور، شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔
6. اس دور میں خواتین علمی مجالس میں شامل ہوتی تھیں۔ چونکہ وہ علمی و ادبی ذوق سے سرشار تھیں اسی لیے انہوں نے علم و ادب کی خوب خدمت کی۔ انہوں نے اپنے حدود سلطنت میں مدارس اور مساجد تعمیر کروائیں اور مدارس کے ساتھ طلباء کے لیے حجرے اور مکانات بھی بنوائے۔ ان مدارس میں مرد وزن کی تخصیص کیے بنا بلاامتیاز تعلیم دی جاتی تھی۔ مغلیہ بیگمات اور شہزادیوں نے خواتین کی تعلیم کے لئے علیحدہ مدارس بھی قائم کیے۔ 7۔ شاہی خاندان کی خواتین نے فلاحی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا، بہت سے باغات لگوائے، عمارات اور سرائیں بنوائیں اور اس مقصد کے لئے اپنی ذاتی جائیداد تک وقف کر دی۔

سفارشات:

زیر نظر مقالہ کے نتائج تحقیق کے پیش نظر سفارشات درج ذیل ہیں:

1. اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہ کر تعلیم نسواں کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے تاکہ نئی نسل اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک بن سکے۔ عصر حاضر میں دینی تعلیم کی ضرورت جس قدر مردوں کو ہے، اس سے کہیں زیادہ عورتوں کو ہے۔ عورت کا قلب اگر دینی تعلیم سے منور ہوگا تو اس چراغ سے مزید چراغ بھی روشن ہو سکتے ہیں۔ وہ دیندار بیوی ثابت ہو سکتی ہے، وہ اپنے بچوں کی معلم اول ہو سکتی ہے، وہ خاندانی نظام کو مربوط کر کے مستحکم بنا سکتی ہے اس کے علاوہ تعلیم یافتہ خاتون معاشی تنگی کو

خوشحالی سے بدل کر معاشی نظام کو بھی مضبوط کر سکتی ہے۔

2. موجودہ دور میں ضرورت اور وقت اس امر کے متقاضی ہیں کہ تعلیم نسواں کے حوالے سے مزید بیداری پیدا کی جائے، بچیوں کی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہی اور شعور کو اجاگر کرنے کے لیے حکومت اور مقتدر طبقات اپنا کردار ادا کریں۔ لیکن اس سلسلے میں یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لیے محفوظ مقامات اور تعلیمی درسگاہیں ہوں۔ بچیوں کو گھر سے تعلیمی ادارے تک اور تعلیمی ادارے سے گھر تک پاکیزہ اور محفوظ ماحول کی فراہمی میں حکومت اپنے فرائض پورے کرے۔ تاکہ والدین اپنی بچیوں کو تعلیمی اداروں میں بھیج کر عدم تحفظ کا شکار ہونے کی بجائے ان کی عفت و عصمت، اخلاق و کردار اور مستقبل کے حوالے سے مطمئن ہوں۔

3. سرکاری تعلیمی اداروں کا ناکافی وجود اور تجارتی بنیادوں پر تعلیمی اداروں کا قیام ہمارے تعلیمی نظام کے بنیادی سقم ہیں جو طالبات کے حصول تعلیم میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، دو قومی نظریہ اور مشرقی اقدار کا تقاضا یہ ہے کہ طالبات کے لیے مڈل و ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کا ان کی تعداد کے تناسب سے قیام کیا جائے، نصاب اور نظام تعلیم میں اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کی روشنی میں اصلاحات کی جائیں تاکہ تعلیم نسواں اور اس کے فوائد کا حصول ممکن ہو سکے۔

4. مختلف ملی و ملکی تنظیموں اور سکولوں کی طرف سے تعلیمی پروگرام، مہم اور کیمپ وغیرہ کے انعقاد سے والدین اور طالبات میں تعلیمی بیداری لائی جا سکتی ہے۔ انہیں قرآن و حدیث اور دنیاوی فوائد کے حوالے سے تعلیم کے اثرات سے واقف کرایا جائے۔

5. والدین کو سوشل میڈیا اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے حکومت، این جی اوز اور فلاحی اداروں کی طرف سے دی جانے والی مختلف تعلیمی امداد، اسکیموں اور سکالرشپ وغیرہ سے واقف کرایا جائے، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور اپنی بیٹیوں کو مشکل حالات میں بھی تعلیم دلا سکیں۔

6. موجودہ حالات میں چونکہ خواتین کے نام سے اور ان کے حقوق کے حوالے سے اسلام کو بدنام کرنے کی اور شریعت کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اس اہم اور نازک مسئلے پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر سطح پر خواتین کی تعلیم و تربیت اور اصلاح نسواں کے حوالے سے پروگرامز کا انعقاد ہونا چاہیے۔

@ 2022 by the author، this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)